فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۰۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: جو جانور دوست کی طرف سے بطور ہبہ حاصل ہوا ہے، کیا اس کی قربانی کی جاسکتی ہے؟

جواب: جو چیز جسے ہبہ کی جاتی ہے، وہ اس کا مکمل مالک بن جاتا ہے، وہ اس میں مکمل تصرف کر سکتا ہے، لہٰذا وہ موہوب جانور کی قربانی کر سکتا ہے، اگر اس میں قربانی کی مکمل شرائط پائی جاتی ہیں، تو۔

سوال: قربانی کا ارادہ تھا، مگر ایام قربانی گزر گئے، کسی وجہ سے قربانی نہ کر سکا، اب کیا حکم ہے؟

جواب: قربانی سنت مؤکدہ ہے، واجب نہیں۔ جو ایام قربانی میں قربانی نہ کر سکا، اس پر کوئی گناہ یا کفارہ نہیں، قربانی صرف ایام قربانی میں ہے، اس کے علاوہ جانور کو ذبح کیا جاسکتا ہے، مگر اب وہ صدقہ ہوگا، قربانی نہیں۔

سوال: جانور کا ایک تھن خراب ہے، اس کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: تھن کا خراب ہونا ان عیوب میں سے نہیں، جن کی موجودگی میں قربانی جائز نہیں، لہٰذا خراب تھن والے جانور کی قربانی کی جاسکتی ہے۔

سوال: کیا اپنے نوکر کو قربانی کا گوشت کھلایا جاسکتا ہے؟

جواب: جی ہاں۔

(سوال): کیا پورے گھر والوں کی طرف سے ایک قربانی کفایت کرے گی؟

(جواب): ایک بکرا یا دنبہ تمام اہل خانہ کے لیے کافی ہے۔

① نبی اکرم ﷺ نے دنبے کی قربانی کی اور فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُّحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ.

''اللہ کے نام کے ساتھ (ذبح کرتا ہوں)، اے اللہ! (یہ قربانی) محمد (ﷺ) آل محمد اور امت محمد کی طرف سے قبول فرما۔''

(صحيح مسلم : 1967)

حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ ایک دنبہ تمام اہل خانہ کی طرف سے ذبح کیا جا سکتا ہے، سب کی طرف سے قربانی ادا ہو جائے گی۔

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَحَادِيثُ الْمُتَقَدِّمَةُ فِي جَوَازِ الْأُضْحِيَّةِ الْوَاحِدَةِ عَنْ أَهْلِ الْبَيْتِ.

''مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک بکری تمام گھر والوں کی طرف سے قربانی میں کفایت کرتی ہے۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 767/5)

منیٰ میں قربانی کرنے والوں کے اہل خانہ اس میں شریک نہیں ہو سکتے۔

فائدہ:

امت کی طرف سے قربانی کرنا نبی اکرم ﷺ کا خاصہ ہے۔

② سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا:

كَيْفَ كَانَتِ الضَّحَايَا فِيكُمْ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

''رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس میں قربانی کیسی تھی؟''فرمایا:

كَانَ الرَّجُلُ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّي بِالشَّاةِ عَنْهُ وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ فَيَأْكُلُونَ وَيُطْعِمُونَ، ثُمَّ تَبَاهَى النَّاسُ فَصَارَ كَمَا تَرٰى .

''عہد نبوی میں ایک بکری کی قربانی تمام اہل خانہ کی طرف سے کی جاتی تھی، وہ خود بھی گوشت کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے، بعد ازاں لوگ (قربانی کرنے میں) باہم فخر ومباہات کرنے لگے، حالت آپ کے سامنے ہے۔''

(مؤطّأ الإمام مالك : 486/2، سنن التّرمذي : 1505، سنن ابن ماجه : 3147 واللّفظ لهٗ، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 268/9، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

③ سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّي بِالشَّاةِ الْوَاحِدَةِ عَنْ جَمِيعِ أَهْلِهٖ .

''رسول اللہ ﷺ تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک بکری قربانی کرتے تھے۔''

(الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم : 679، المستدرك للحاكم : 456/3، 229/4 واللّفظ لهٗ، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 268/9، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❁ یہ روایت صحیح بخاری (۷۲۱۰) میں موقوفاً بھی مروی ہے۔

④ سیدنا ابوسریحہ غفاری حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''میرے گھر والوں نے مجھے زیادتی پر اکسایا، حالانکہ مجھے سنت کا علم تھا کہ تمام اہل خانہ قربانی کے لیے ایک یا دو بکریوں پر اکتفا کر سکتے ہیں، (اب ایسا کریں)، تو پڑوسی کنجوس کہتے ہیں۔''

(سنن ابن ماجه : 3148، واللّفظ لهٗ، المستدرك للحاكم : 228/4، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 269/9، المعجم الكبير للطّبراني : 3056، 3957، 3058، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کی سند کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: کیا نابالغ قربانی کرسکتا ہے؟

جواب: نابالغ بھی قربانی کرسکتا ہے۔

سوال: جانور خریدنے کے بعد عیب پیدا ہو جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جانور خریدنے کے بعد عیب پیدا ہو، تو اس جانور کی قربانی کی جا سکتی ہے، اگر کوئی بدلنا چاہے، تو بھی درست ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنْ كَانَ أَصَابَهَا بَعْدَ مَا اشْتَرَيْتُمُوهَا فَأَمْضُوهَا، وَإِنْ كَانَ أَصَابَهَا قَبْلَ أَنْ تَشْتَرُوهَا فَأَبْدِلُوهَا .

''خریداری کے بعد عیب پیدا ہو، تو قربانی کر لیں، عیب پہلے سے موجود ہو، تو جانور بدل لیں۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 289/9، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِذَا اشْتَرَى الرَّجُلُ أُضْحِيَتَهُ فَمَرِضَتْ عِنْدَهُ، أَوْ عَرَضَ لَهَا مَرَضٌ فَهِيَ جَائِزَةٌ.

جانورخریدنے کے بعد بیمار ہوجائے،تو قربانی جائز ہے۔''

(مصنّف عبدالرّزاق : 386/4، ح :8161، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں،اس کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: قربانی جائز ہے۔

سوال: لنگڑے جانور کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو جانور واضح طور پر لنگڑا کر چلتا ہے، وہ قربانی میں دینا جائز نہیں، البتہ معمولی لنگڑا پن ہو،تو کوئی حرج نہیں۔

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَرْبَعٌ لَا تَجُوزُ فِي الْأَضَاحِيِّ، الْعَوْرَاءُ بَيِّنٌ عَوَرُهَا، وَالْمَرِيضَةُ بَيِّنٌ مَرَضُهَا، وَالْعَرْجَاءُ بَيِّنٌ ظَلْعُهَا، وَالْكَسِيرُ الَّتِي لَا تُنْقِي.

''چار قسم کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں: (۱) کانا (۲) واضح بیمار (۳) واضح لنگڑا (۴) شکستہ ولاغر۔''

(مسند الإمام أحمد : 84/4، سنن أبي داود : 2802 ، سنن النسائي : 4374، سنن التّرمذي : 1497، سنن ابن ماجه : 3144، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی، امام ابن خزیمہ (۲۹۱۲)، امام ابن حبان (۵۹۱۹، ۵۹۲۲)، امام ابن الجارود (۴۸۱) اور امام حاکم رحمہم اللہ (۱/ ۴۶۷۔۴۶۸) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے،

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

(سوال): چوری کے جانور کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): چوری سے حاصل ہونے والی اشیا حرام ہیں، حرام چیز سے کی گئی نیکی اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔

(سوال): جو رافضی سیدنا ابوبکر صدیق اور دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتا ہو، اس کو گائے کی قربانی میں شریک کرنا کیسا ہے؟

(جواب): ایسا رافضی کافر ہے، اسے جانور میں شریک نہیں کیا جا سکتا۔

(سوال): جانور کو ذبح کرتے ہوئے اس میں ایسا عیب پیدا ہو گیا کہ جو قربانی میں مانع ہے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): کوئی حرج نہیں، قربانی کی جا سکتی ہے۔

(سوال): جانور اُدھار خرید کر قربانی کرنا کیسا ہے؟

(جواب): اگر اُدھار کی ادائیگی ممکن ہے، تو اُدھار خرید کر بھی قربانی کی جا سکتی ہے۔

(سوال): جس بیل کو قربانی کے لیے وقف کر دیا ہے، اس کو کام میں لانا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): جس جانور کی دُم ٹوٹ گئی ہو، اس کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): دُم کا ٹوٹنا قربانی کے لیے مانع نہیں۔ یہ ان چار عیوب میں سے نہیں، جن کی موجودگی میں قربانی نہیں ہوتی، لہٰذا دُم کٹے جانور کی قربانی جائز ہے۔

(سوال): جس گائے کے جسم پر رسولی نکلی ہوئی ہو، اس کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): قربانی جائز ہے۔

سوال: کیا مسافر قربانی کر سکتا ہے؟

جواب: کر سکتا ہے۔

سوال: کیا ایک گائے میں کچھ مقیم اور کچھ مسافر شریک ہو سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: بانجھ جانور کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: بانجھ پن قربانی کے لیے مانع نہیں۔

سوال: عقیقہ اور قربانی ایک گائے میں جمع کرنا کیسا ہے؟

جواب: درست نہیں۔

سوال: قربانی کے لیے جانور کی عمر کتنی ہونی چاہیے؟

جواب: قربانی کے جانور کا دوندا ہونا شرط ہے، یہ کم سے کم عمر ہے، ورنہ اس سے زائد عمر کے جانور کی قربانی بھی جائز ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يُّعْسَرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِّنَ الضَّأْنِ .

''دوندا جانور ہی ذبح کریں، تنگی کی صورت میں بھیڑ کی نسل سے جذعہ ذبح کر لیں۔''

(صحیح مسلم : 1963)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

''ارباب علم مُسِنَّةٌ دوندے اونٹ، گائے اور بکری وغیرہ کو کہتے ہیں، نیز اس حدیث میں وضاحت ہے کہ بھیڑ کے علاوہ جنس کا جَذَعَةٌ بطور قربانی جائز

نہیں، بقول قاضی عیاض رحمہ اللہ اس پر اجماع ہے۔‘‘

(شرح صحیح مسلم : 155/2)

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ثَنِيًّا فَصَاعِدًا وَاسْتَسْمِنْ فَإِنْ أَكَلْتَ أَكَلْتَ طَيِّبًا وَإِنْ أَطْعَمْتَ أَطْعَمْتَ طَيِّبًا .

’’قربانی کا جانور دوندا یا اس سے بڑا ہو، اسے خوب فربہ کیجئے، جب کھلائیں، تو اچھا کھلائیں۔‘‘

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : 273/9، وسندهٗ صحیحٌ)

تمام اہل لغت کے نزدیک مسنہ کا معنی دوندا ہے۔ بعض اہل علم نے سہولت کے پیش نظر جانور کی عمر بیان کر دی ہے۔ اگر اس عمر کو پہنچ جاتا ہے، مگر دوندا نہیں ہوتا، تو قربانی جائز نہیں۔ اس لیے قربانی میں شرط جانور کے دوندا ہونے کی ہے، نہ کہ عمر کی۔

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ العِلْمِ أَنْ لَا يُجْزِءَ الْجَذَعُ مِنَ الْمَعْزِ، وَقَالُوا : إِنَّمَا يُجْزِءُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ .

’’اہل علم کا اجماع ہے کہ بکری کی جنس کا ’’جذعہ‘‘ قربانی میں کفایت نہیں کرتا، جبکہ بھیڑ کی جنس کا ’’جذعہ‘‘ کفایت کرتا ہے۔‘‘

(سنن التّرمذي، تحت الحدیث : 1508)

❀ سیدنا ابو بردہ بن دینار انصاری رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے پہلے ہی قربانی کر لی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ قربانی کرنے کا حکم فرمایا، عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے پاس

کھیرا بکرا ہے، جو دوندا سے بہتر ہے۔ فرمایا:

اِذْبَحْهَا، وَلَنْ تَجْزِيَ جَذَعَةٌ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ .

''آپ اسی کی قربانی کر سکتے ہیں، لیکن کسی اور کے لیے کھیرا بکرا کفایت نہیں کرے گا۔''

(صحيح البخاري : 968، صحيح مسلم :1961)

''جذعہ'' کی عمر میں اختلاف ہے، جمہور ایک سال کے قائل ہیں اور احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اَلْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ مَا لَهٗ سَنَةٌ تَامَّةٌ، هٰذَا هُوَ الْأَصَحُّ عِنْدَ أَصْحَابِنَا، وَهُوَ الْأَشْهَرُ عِنْدَ أَهْلِ اللُّغَةِ وَغَيْرِهِمْ .

''بھیڑ کی جنس کا ''جذعہ'' مکمل ایک سال کا ہوتا ہے، یہی ہمارے اصحاب کے نزدیک صحیح ترین ہے اور اہل لغت کے ہاں مشہور ہے۔''

(شرح صحيح مسلم : 155/2)

اس حدیث میں مذکورہ حکم عام ہے اور ہر جانور کو شامل ہے، وہ بکری کی جنس ہو یا بھیڑ کی، گائے کی جنس ہو یا اونٹ کی، سب کا دوندا ہونا ضروری ہے، وہ صحیح احادیث جن میں بھیڑ کے جَذَعَةٌ کی قربانی کا جواز ہے، وہ تنگی پر محمول ہیں، یعنی دوندا جانور نہ ملے، تو ایک سال کا دنبہ یا بھیڑ ذبح کی جا سکتی ہے، اس طرح تمام احادیث پر عمل ہو جائے گا۔

تنگی کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں؛

① دوندا جانور دستیاب نہ ہونا۔

④ قوت خرید سے باہر ہونا۔

تنبیہ:

بعض ناعاقبت اندیش جانور دوندا باور کروانے کے لئے سامنے والے دانت توڑ دیتے ہیں، یہ محض دھوکا اور فریب ہے، ایسے جانور کی قربانی درست نہیں۔

(سوال): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرنا ثابت نہیں۔ اس بارے میں دو روایات کی تحقیق ملاحظہ ہو۔

❀ حنش بن معتمر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رَأَيْتُ عَلِيًّا يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ لَهٗ : مَا هٰذَا؟ فَقَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي أَنْ أُضَحِّيَ عَنْهُ فَأَنَا أُضَحِّي عَنْهُ .

''میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ نے دو دنبے ذبح کیے، میں نے پوچھا: یہ کیا؟ فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کروں، یہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کر رہا ہوں۔''

(سنن أبي داود : 2790)

سند ضعیف ہے۔

① شریک بن عبداللہ قاضی سیء الحفظ اور مدلس ہے۔

② ابوالحسناء مجہول ہے۔

③ حکم بن عتیبہ مدلس ہے۔

④ حنش بن معتمر جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عید الاضحیٰ والے دن ایک مینڈھا منگوایا اور اسے ذبح کرتے وقت یہ الفاظ کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ وَمِنْ مُحَمَّدٍ لَكَ .

''بسم اللہ، اے اللہ! یہ قربانی تیری عطا ہے اور تیری رضا کے لیے ہے، محمد کریم ﷺ کی طرف سے خالصتاً تیرے لیے قربان کی جا رہی ہے۔''

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : 19187)

سند ضعیف ہے۔

① عاصم بن شریب راوی مجہول ہے، اسے امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ (الجرح والتعدیل : ۶/ ۴۸۷) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ (میزان الاعتدال : ۲/۳۵۲) نے ''مجہول'' کہا ہے۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے الثقات (۵/ ۲۳۹) میں ذکر کیا ہے۔

② ابوبکر بن رَجاء زبیدی کی توثیق ثابت نہیں۔

③ ابوالفضل، سفیان بن محمد بن محمود جوہری کی توثیق نہیں ملی۔

④ ابونصر احمد بن عمرو بن محمد عراقی کی توثیق نہیں مل سکی۔

کسی صحابی، تابعی اور تبع تابعی سے نبی کریم ﷺ کی طرف سے قربانی کرنا ثابت نہیں۔

سوال : کیا گائے کا ایک حصہ تمام گھر والوں کی طرف سے کفایت کرے گا؟

جواب : ایک بکرا یا دنبہ تمام گھر والوں کی طرف سے کفایت کرتا ہے، اس پر دلائل موجود ہیں۔ البتہ گائے کے ایک حصے میں تمام گھر والوں کو شامل کرنا ثابت نہیں۔ اس پر کوئی دلیل نہیں، نہ ہی اسلاف امت کا اس پر عمل ہے۔

سوال: نماز میں نظر کہاں ہونی چاہیے؟

جواب: نماز میں نظر سجدہ کی جگہ پر ہونی چاہیے، البتہ حالت تشہد میں انگلی کے اشارے پر ہونی چاہیے۔

❀ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كَانُوا يَقُولُونَ : لَا يُجَاوِزْ بَصَرُهُ مُصَلَّاهُ، فَإِنْ كَانَ قَدِ اسْتَعَادَ النَّظَرَ فَلْيُغْمِضْ .

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے: کسی کی نظر مقامِ سجدہ سے تجاوز نہ کرے، اگر نظر دوبارہ دوسری طرف جائے، تو آنکھیں بند کر لے۔''

(تعظيم قدر الصّلاة للمَروزي : 143، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يَنْظُرَ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ إِلٰى مَوْضِعِ سُجُودِهِ .

''صحابہ رضی اللہ عنہم مستحب سمجھتے تھے کہ نمازی اپنی نظر مقام سجدہ پر رکھے۔''

(تعظيم قدر الصّلاة لمحمد بن نصر المَروزي : 145، وسندهٗ حسنٌ)

❀ مسلم بن یسار رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ نمازی اپنی نظر کہاں رکھے تو فرمایا:

مَوْضِعُ السُّجُودِ حَسَنٌ .

''مقام سجدہ بہتر ہے۔''

(الزّهد لعبد اللّٰه بن المبارك : 1081، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلنَّظَرُ إِلٰى مَوْضِعِ السُّجُودِ أَسْلَمُ وَأَحْرٰى أَنْ لَا يَلْهُوَ الْمُصَلِّي بِالنَّظَرِ إِلٰى مَا يَشْغَلُهُ عَنْ صَلَاتِهِ، وَهَذَا قَوْلُ عَوَامِّ أَهْلِ الْعِلْمِ .

''مقام سجدہ پر نظر رکھنے میں زیادہ بہتری، سلامتی اور احتیاط ہے۔ نمازی اپنی نظر ایسی چیز کی طرف مرکوز نہ کرے، جو اسے نماز سے غافل کر دے۔ اکثر اہل علم کا یہی فتویٰ ہے۔'' (الأوسط : 273/3)

تنبیہ:

ضرورت کے وقت نمازی اپنے سامنے دیکھ سکتا ہے، جیسا کہ بوقت ضرورت التفات کر سکتا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُنْتُ أَنْظُرُ إِلٰى عَلَمِهَا، وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ فَأَخَافُ أَنْ تَفْتِنَنِي .

''نماز میں میری نظر اس دھاری دار چادر پر پڑ جاتی ہے، خدشہ رہتا ہے کہ یہ نماز سے مشغول نہ کر دے۔''

(صحيح البخاري : 373، صحيح مسلم : 556)

❁ سیدہ رضی اللہ عنہا ہی بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَأَخَّرْتُ .

''جب آپ نے مجھے مصلے سے پیچھے ہٹتے دیکھا، اس وقت میں نے جہنم دیکھی تھی، اس کا ایک حصہ دوسرے کو کھائے جا رہا تھا۔''

(صحيح البخاري : 1154، صحيح مسلم :901)

❁ ابو معمر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''ہم نے سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر وعصر میں قرأت کرتے تھے۔ فرمایا: جی ہاں، پوچھا: آپ کو کیسے پتہ چلتا تھا؟ فرمایا:

بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهٖ .

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک کے ہلنے سے۔''

(صحيح البخاري : 746)

❁ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهٗ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ فِي الْبَيْتِ شَيْءٌ يَّشْغَلُ الْمُصَلِّيَ .

''کعبۃ اللہ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہونی چاہیے، جو نمازی کو مشغول کردے۔''

(مسند الحميدي : 565، سنن أبي داود : 2030، سندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

يُمْكِنُ أَنْ يُفَرَّقَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ فَيُسْتَحَبُّ لِلْإِمَامِ النَّظَرُ إِلٰى مَوْضِعِ السُّجُودِ وَكَذَا لِلْمَأْمُومِ إِلَّا حَيْثُ يَحْتَاجُ إِلٰى مُرَاقَبَةِ إِمَامِهٖ، وَأَمَّا الْمُنْفَرِدُ فَحُكْمُهٗ حُكْمُ الْإِمَامِ .

''امام اور مقتدی میں فرق یوں کیا جا سکتا ہے کہ دونوں کے لیے مقام سجدہ پر نگاہ رکھنا مستحب ہے، البتہ مقتدی بہ وقت ضرورت امام کو دیکھ سکتا ہے۔ اکیلے نمازی کا وہی حکم ہے، جو امام کا ہے۔'' (فتح الباري : 232/2)

❁ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

الْمَنْقُولُ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ أَنْ يَكُونَ مُنْتَهٰى بَصَرِهٖ فِي صَلَاتِهٖ إِلٰى مَحَلِّ سُجُودِهٖ.

''ظاہرالروایۃ میں منقول ہے کہ نمازی کی نظر محل سجدہ پر ہونی چاہیے۔''

(فتاویٰ شامی :321/1)

❁ علامہ حصکفی حنفی رحمہ اللہ (۱۰۸۸ھ) کہتے ہیں:

نَظَرَهٗ إِلٰى مَوْضِعِ سُجُودِهٖ حَالَ قِيَامِهٖ، وَإِلٰى ظَهْرِ قَدَمَيْهِ حَالَ رُكُوعِهٖ وَإِلٰى أَرْنَبَةِ أَنْفِهٖ حَالَ سُجُودِهٖ، وَإِلٰى حِجْرِهٖ حَالَ قُعُودِهٖ، وَإِلٰى مَنْكِبِهِ الْأَيْمَنِ وَالْأَيْسَرِ عِنْدَ التَّسْلِيمَةِ الْأُولٰى وَالثَّانِيَةِ لِتَحْصِيلِ الْخُشُوعِ.

''حصول خشوع کے لیے نمازی اپنی نظر قیام میں مقام سجدہ پر، رکوع میں پاؤں کے درمیان، سجدے میں نکوڑی پر، تشہد میں گود پر اور سلام پھیرتے وقت دائیں بائیں کندھے پر رکھے۔''

(الدُّرّ المُختار، ص 66، باب صفة الصّلوة)

اس ''خشوع'' پر کوئی دلیل نہیں، اہل علم نے صدیوں پہلے اس کا رد کر دیا ہے۔

❁ امام اندلس، حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا كُلُّهٗ تَحْدِيدٌ لَّمْ يَثْبُتْ بِهٖ أَثَرٌ وَّلَيْسَ بِوَاجِبٍ فِي النَّظَرِ وَمَنْ نَظَرَ إِلٰى مَوْضِعِ سُجُودِهٖ كَانَ أَسْلَمَ لَهٗ وَأَبْعَدَ مِنَ

الْاِشْتِغَالِ بِغَيْرِ صَلَاتِهٖ .

''اس ساری تقسیم کا حدیث میں کوئی ثبوت نہیں، نہ نگاہ رکھنے کے متعلق کوئی وجوب ہے۔ نمازی کا اپنی نظر مقام سجدہ پر رکھنا اس کے لیے سلامتی اور مشغولیت سے بچنا ہے۔''

(التّمهيد لما في المؤطّأ من المَعاني والأسانيد : 393/17)

❁ علامہ العز بن عبد السلام رحمہ اللہ (٦٦٠ ھ) لکھتے ہیں:

لَيْسَ هٰذَا قَوْلًا صَحِيحًا، وَّلَا حُجَّةَ لِقَائِلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا سُنَّةٍ، وَّاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''یہ قول درست نہیں، کتاب وسنت کے دلائل سے خالی ہے۔ واللہ اعلم!''

(فتاوى العزّ بن عبد السّلام، ص 68)

فائدہ:

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

عَجَبًا لِّلْمَرْءِ الْمُسْلِمِ إِذْ دَخَلَ الْكَعْبَةَ حَتّٰى يَرْفَعَ بَصَرَهٗ قِبَلَ السَّقْفِ يَدَعُ ذَالِكَ إِجْلَالًا لِّلّٰهِ وَإِعْظَامًا، دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَعْبَةَ مَا خَلَفَ بَصَرُهٗ مَوْضِعَ سُجُودِهٖ حَتّٰى خَرَجَ مِنْهَا .

''ایسے مسلمان پر تعجب ہے، جو کعبہ میں داخل ہو کر دورانِ نماز چھت کی طرف

نظر رکھتا ہے اور وہ ایسا تعظیمِ خداوندی میں کرتا ہے، جب کہ رسول اللہ ﷺ تو کعبہ میں داخل ہوئے، آپ نے دورانِ نماز اپنی نظر سجدے والی جگہ پر رکھی، تا آنکہ نماز سے فارغ ہو گئے۔''

(المستدرك للحاكم :479/1، صحيح ابن خزيمة : 3512)

سند ''ضعیف'' ہے۔

زہیر بن محمد مکی سے اہل شام روایت کریں، تو ''ضعیف'' ہوتی ہے۔ عمرو بن ابوسلمہ تنیسی بھی شامی ہیں۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رِوَايَةُ أَهْلِ الشَّامِ عَنْهُ غَيْرُ مُسْتَقِيمَةٍ .

''ان سے اہل شام کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔''

(تقريب التّهذيب : 2049)

سوال: کیا نماز میں قرأت کرتے وقت زبان کو حرکت دینا ضروری ہے؟

جواب: نماز میں قرأت کرتے وقت زبان کو حرکت دینا ضروری ہے، محض دل میں تدبر کرنے کو قرأت نہیں کہتے۔

❀ ابو معمر عبد اللہ بن سخبرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''ہم نے سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی کریم ﷺ ظہر و عصر میں قرأت کرتے تھے۔ فرمایا: جی ہاں، پوچھا: آپ کو کیسے پتہ چلتا تھا؟ فرمایا:

بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ .

''آپ ﷺ کی ڈاڑھی مبارک کے ہلنے سے۔''

(صحيح البخاري : 746)

✿ امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهٗ لَا بُدَّ مِنْ أَنْ يُحَرِّكَ لِسَانَهٗ بِالْقِرَاءَةِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ قرأت میں زبان کو حرکت دینا ضروری ہے۔''

(السّنن الكبرىٰ، تحت الحديث : 2432)

✿ نیز فرماتے ہیں:

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول: اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ سے مراد یہ ہے کہ سورت فاتحہ کو سراً پڑھا جائے، اونچی آواز سے نہ پڑھا جائے۔ ان الفاظ کو دل میں فاتحہ پڑھنے اور زبان سے ادا نہ کرنے پر محمول نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اہل لغت کا اجماع ہے کہ دل میں پڑھنے کو قرأت نہیں کہا جاتا، نیز اہل علم کا اجماع ہے کہ فاتحہ کو دل سے پڑھنا اور زبان سے ادا نہ کرنا نہ (نماز کی شرائط میں سے کوئی) شرط ہے اور نہ ہی مسنون عمل ہے، لہٰذا اس روایت کو ایسے معنی پر محمول کرنا جائز نہیں، جس کا نہ کوئی قائل ہو اور نہ لغت عرب اس کا ساتھ دے۔''

(كتاب القراءة خَلفَ الإمام، ص31)

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

''یہ روایت امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کی دلیل ہے، (جو کہتے ہیں:) امام، مقتدی اور منفرد پر فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔ مقتدی کیلئے وجوب کی دلیل سیدنا ابو ہریرہ کا یہ فتویٰ بھی ہے: اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ ''آہستہ آواز میں سورت فاتحہ

پڑھیے۔''اس کا معنی ہے کہ اتنی مخفی آواز میں پڑھیے کہ آپ خود کو سنا سکیں۔بعض مالکیہ وغیرہ نے ان الفاظ سے مراد تدبر کرنا اور یاد دہانی لیا ہے، یہ معنی قبول نہیں، کیونکہ قرأت کا اطلاق تب ہی ہوسکتا ہے، جب زبان کو اتنی حرکت دی جائے کہ خود کو آواز سنائی دے۔اسی طرح اہل علم کا اتفاق ہے کہ جنبی شخص اگر قرآن میں دل سے تدبر کرے اور زبان کو حرکت نہ دے،تو اسے قرآن پڑھنے والا اور حالت جنابت میں قرأت کرنے پر گناہ کا مرتکب قرار نہیں دیا جاتا۔''

(شرح مسلم : 103/4)

❁ علامہ انور شاہ کاشمیری صاحب کہتے ہیں:

أَمَّا مَا قَالَ الْمُدَرِّسُونَ مِنْ أَنَّ الْمُرَادَ بِالْقِرَاءَ ةِ فِي نَفْسِهِ التَّدَبُّرُ وَالتَّفَكُّرُ فَلَا يُوَافِقُهُ اللُّغَةُ .

''(بعض حنفی) مدرسین کا کہنا کہ الْقِرَاءَ ةِ فِي نَفْسِهٖ سے مراد تدبر اور تفکر ہے،(درست نہیں، کیونکہ) اس معنی کی لغت موافقت نہیں کرتی۔''

(العَرف الشّذي :78/1)

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ جب امام دوران خطبہ سورت احزاب کی آیت نمبر ۵٦ پڑھے،تو:

يُصَلِّي السَّامِعُ فِي نَفْسِهٖ . ''سننے والا آہستہ سے درود پڑھے۔''

(الهِداية :123/1)

❁ اس کا مفہوم ''الکفایہ شرح ہدایہ'' میں یوں بیان ہوا ہے:

أَيْ فَيُصَلِّي بِلِسَانِهٖ خَفِيًّا .

''یعنی زبان سے مخفی آواز میں درود پڑھے۔''

(تُحفة الأحوذي : 206/2، مِرعاة المَفاتيح : 113/3)

❁ علامہ مُظہری حنفی صاحب لکھتے ہیں:

«فِي نَفْسِكَ» أَيْ بِحَيْثُ تُسْمِعُ أُذُنَكَ، وَلَا تَجْهَرْ صَوْتَكَ بِحَيْثُ تُشَوِّشُ عَلٰى مَنْ يَقْرُبُكَ، وَمَنْ لَّمْ تَسْمَعْ أُذُنُهٗ قِرَاءَ ةَ نفسِهٖ، لَمْ تَصِحَّ قِرَاءَ تُهٗ .

''فِي نَفْسِكَ کا مطلب ہے کہ اتنی آواز میں پڑھیں کہ آپ اپنے آپ کو سنا سکیں، اتنا اونچا نہ پڑھیں کہ ساتھ والے نمازی کو تشویش میں ڈال دیں۔ جو اپنی قرأت نہ سن سکے، اس کی قرأت درست نہیں۔''

(المَفاتيح شرح المَصابيح : 126/2)

❁ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَوْلُهٗ : (فِي نَفْسِكَ) أَيْ سِرًّا .

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان: فِي نَفْسِكَ کا معنی ہے: سراً قرأت کرنا۔''

(حاشية السّندهي علي سنن ابن ماجه :277/1)

❁ علامہ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَوْلُهٗ : (قَالَ : اقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ) أَيْ سِرًّا بِحَيْثُ تُسْمِعُ نَفْسَكَ .

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے فرمان: (اقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ) کی مراد ہے کہ اتنی آہستہ قرأت کریں کہ خود کو سنائی دے۔''

(لَمعات التّنقيح : 583/2)